جو کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتا۔ حدیث میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جبرئیل میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا میرا رب اور آپ کا رب پوچھتا ہے کہ میں نے کس طرح تمہارا رفع ذکر کیا؟ میں نے عرض کیا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ تمہارا بھی ذکر کیا جائے گا" (ابن جریر، ابن ابی حاتم، مسند ابو یعلیٰ، ابن المنذر، ابن حبان، ابن مردویہ، ابونعیم)۔

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ	پس حقیقت یہ ہے کہ تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے۔
يُسْرًا (آیات: ۵،۶)	بیشک تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے۔

اس بات کو دو مرتبہ دہرایا گیا ہے تاکہ حضورؐ کو پوری طرح تسلی دے دی جائے کہ جن سخت حالات سے آپ اس وقت گزر رہے ہیں یہ زیادہ دیر تک رہنے والے نہیں ہیں بلکہ ان کے بعد قریب ہی اچھے حالات چلے آ رہے ہیں۔ بظاہر یہ بات متناقض معلوم ہوتی ہے کہ تنگی کے ساتھ فراخی ہو کیونکہ یہ دونوں چیزیں بیک وقت جمع نہیں ہوتیں۔ لیکن تنگی کے بعد فراخی کہنے کے بجائے تنگی کے ساتھ فراخی کے الفاظ اس معنی میں استعمال کیے گئے ہیں کہ فراخی کا دور اس قدر قریب ہے کہ گویا وہ اس کے ساتھ ہی لگا چلا آ رہا ہے۔

باب (۹)

ہجرتِ حبشہ

دین میں ہجرت کی اہمیت قرآن مجید میں جہاد کے بعد دوسری اہم ترین چیز جس کا ذکر کیا جاتا ہے وہ ہجرت ہے۔ اس ہجرت کی اسلام میں کیوں اتنی اہمیت ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کے لیے دنیا میں سب سے زیادہ اہم اگر کوئی چیز ہے تو وہ نہ اس کا اپنا وطن ہے، نہ اس کی قوم ہے، نہ اس کی روٹی ہے، نہ اس کا پیٹ ہے، بلکہ اس کے لیے سب سے زیادہ اہم چیز یہ ہے کہ جن اصولوں پر وہ ایمان لایا ہے ان کے مطابق وہ زندگی بسر کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکے۔ اگر وہ اُن اصولوں کے مطابق زندگی بسر نہ کر سکے تو اس کے لیے آزادی کیا خود زندگی ہی بے معنی ہو جاتی ہے۔ وہ اپنی زندگی کو خدا کی راہ میں قربان کر دینا زیادہ بہتر

سمجھے گا بہ نسبت اس کے کہ اُن اصولوں کو قربان کردے جن پر اُس کے ایمان کا دارومدار ہے اور جن کے متعلق وہ یقین رکھتا ہے کہ وہ اصول حق ہیں اور خدا اور رسولؐ کے دیے ہوئے ہیں۔

عرب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن پیرووں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہ اسی بنا پر تھی عرب اور قریشی اور مکّی ہونے کی حیثیت سے ان کو اپنے ملک، اپنے قبیلے اور اپنے شہر میں ہر طرح کی آزادی حاصل تھی، لیکن کوئی آزادی اگر حاصل نہیں تھی تو صرف مسلمان ہونے کی حیثیت سے نہیں تھی۔ اسی وجہ سے انہوں نے وطن کو چھوڑا اور ایک دوسرے ملک میں چلے گئے جہاں ایک دوسری قوم آباد تھی اور ایک دوسری قوم کے ہاتھ میں حکومت تھی۔ اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو کیوں کی؟ آپ مکّے کے باشندے تھے۔ مکہ میں آپ کو وہ تمام حقوق حاصل تھے جو مکہ کے کسی شہری کو حاصل ہو سکتے تھے۔ آپ کے ساتھیوں کو بھی وہ تمام حقوق حاصل تھے جو کسی قریشی کو قریشی ہونے کی بنا پر حاصل ہوتے تھے۔ لیکن جس چیز کی وجہ سے آپؐ نے اور آپؐ کے ساتھیوں نے گھر بار چھوڑا، رشتہ داروں کو چھوڑ دیا، جائدادیں چھوڑ دیں اور تن کے کپڑوں میں نکل کھڑے ہوئے وہ چیز یہ تھی کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے اُن کو آزادی میسّر نہیں تھی۔ اسی آزادی کے لیے انہوں نے وطن چھوڑ دیا اور ایک دوسرے شہر میں جا کر آباد ہوئے۔

قرآن میں مسلمانوں کو ہجرت کے لیے تیار کیا جاتا ہے مکّہ میں جب مسلمانوں پر ظلم کی حد ہو گئی تو قرآن مجید میں اُن کو ہجرت کے لیے تیار کرنا شروع کر دیا گیا۔ ارشاد ہوا:

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ	اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو، میری زمین
وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ -	وسیع ہے، پس تم میری ہی بندگی بجا لاؤ۔ ہر متنفس
كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ - ثُمَّ	کو موت کا مزا چکھنا ہے، پھر تم سب ہماری طرف ہی پلٹا
اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ - وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	کر لائے جاؤ گے۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ	نیک عمل کیے ہیں ان کو ہم جنت کی بلند و بالا عمارتوں میں
الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ	رکھیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہاں وہ ہمیشہ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ	رہیں گے، کیا ہی عمدہ اجر ہے عمل کرنے والوں کے
فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ الَّذِيْنَ	لیے ــــ اُن لوگوں کے لیے جنہوں نے صبر کیا ہے اور
صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔	جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور کتنے ہی جانور

وَكَأَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ	ہیں جو اپنا رزق اُٹھائے نہیں پھرتے - اللہ ہی اُن
رِزْقَهَا - اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ	کو رزق دیتا ہے اور تم کو بھی، اور وہ سب
وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۔	کچھ سُنتا اور جانتا ہے -

(العنکبوت: ۵۶ تا ۶۰)

پہلی آیت میں اشارہ ہے ہجرت کی طرف ۔مطلب یہ ہے کہ اگر مکے میں خدا کی بندگی کرنی مشکل ہو رہی ہے تو ملک چھوڑ کر نکل جاؤ، خدا کی زمین تنگ نہیں ہے، جہاں بھی تم خدا کے بندے بن کر رہ سکتے ہو وہاں چلے جاؤ ۔ تم کو قوم و وطن کی نہیں بلکہ اپنے خدا کی بندگی کرنی چاہیے ۔ اِس میں یہ تلقین کی گئی ہے کہ اصل چیز قوم، وطن اور ملک نہیں ہے بلکہ اللہ کی بندگی ہے ۔ اگر کسی وقت قوم و وطن اور ملک کی محبت کے تقاضے اللہ کی بندگی کے تقاضوں سے ٹکرا جائیں تو وہی وقت مومن کے ایمان کی آزمائش کا ہوتا ہے ۔ جو سچا مومن ہے وہ اللہ کی بندگی کرے گا اور قوم، وطن اور ملک کو لات مار دے گا ۔ جو جھوٹا مدعی ایمان ہے وہ ایمان کو چھوڑ دے گا اور اپنی قوم اور اپنے ملک و وطن سے چمٹا رہے گا ۔ اس آیت میں صراحت کے ساتھ مسلمانوں کو بتا دیا گیا کہ ایک سچا خدا پرست انسان محبِّ قوم و وطن تو ہو سکتا ہے مگر قوم پرست اور وطن پرست نہیں ہو سکتا ۔ اُس کے لیے خدا کی بندگی ہر چیز سے عزیز تر ہے جس پر وہ دنیا کی ہر چیز کو قربان کر دے گا مگر اسے دنیا کی کسی چیز پر بھی قربان نہ کرے گا ۔

دوسری آیت میں فرمایا کہ تم جان کی فکر نہ کرو ۔ یہ تو کبھی نہ کبھی جانی ہی ہے ۔ ہمیشہ رہنے کے لیے تو کوئی بھی دنیا میں نہیں آیا ہے ۔ لہذا تمہارے لیے فکر کے لائق مسئلہ یہ نہیں ہے کہ اس دنیا میں جان کیسے بچائی جائے، بلکہ اصل لائقِ فکر مسئلہ یہ ہے کہ ایمان کیسے بچایا جائے اور خدا پرستی کے تقاضے کس طرح پورے کیے جائیں - آخرکار تمہیں پلٹ کر ہماری طرف ہی آنا ہے ۔ اگر دنیا میں جان بچانے کے لیے ایمان کھو کر آئے تو اس کا نتیجہ کچھ اور ہو گا اور ایمان بچانے کے لیے جان کھو کر آئے تو اس کا انجام کچھ دوسرا ہو گا ۔ پس فکر جو کچھ بھی کرنی ہے اس بات کی کرو کہ ہماری طرف جب پلٹو گے تو کیا لے کر پلٹو گے ؟ جان پر قربان کیا ہوا ایمان یا ایمان پر قربان کی ہوئی جان ؟

تیسری اور چوتھی آیت میں بتایا گیا ہے کہ ایمان اور نیکی کے راستہ پر چل کر بالفرض اگر تم دُنیا کی ساری نعمتوں سے محروم بھی رہ گئے اور دُنیوی نقطہ نظر سے سراسر ناکام بھی رہے تو یقین رکھو کہ اس کی تلافی بہرحال ہوگی

اور نری تلافی ہی نہ ہوگی بلکہ بہترین اجر نصیب ہوگا۔ جو لوگ ہر طرح کی مشکلات اور مصائب اور نقصانات اور اذیتوں کے مقابلے میں ایمان پر قائم رہے ہوں، جنھوں نے ایمان لانے کے خطرات کو اپنی جان پر جھیلا ہو اور منہ نہ موڑا ہو، جنھوں نے ترکِ ایمان کے فائدوں اور منفعتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو اور ان کی طرف ذرہ برابر التفات نہ کیا ہو، جنھوں نے کفار و فساق کو اپنے سامنے پھلتے پھولتے دیکھا ہو اور ان کی دولت و حشمت پر ایک نگاہِ غلط انداز بھی نہ ڈالی ہو، جنھوں نے بھروسہ اپنی جائدادوں اور اپنے کاروبار اور اپنے کنبے قبیلے پر نہیں بلکہ اپنے رب پر کیا ہو، جو اسبابِ دنیوی سے قطع نظر کر کے محض اپنے رب کے بھروسے پر ایمان کی خاطر ہر خطرہ سہنے اور ہر طاقت سے ٹکرا جانے کے لیے تیار ہو گئے ہوں اور وقت آیا تو گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے ہوں، ایسے مومن و صالح بندوں کا اجر ان کے رب کے ہاں ضائع نہ ہوگا۔ وہ اس دنیا میں بھی ان کی دستگیری فرمائے گا اور آخرت میں بھی ان کے عمل کا بہترین اجر دے گا۔

آخر میں یہ تلقین کی گئی کہ ہجرت کرنے میں فکرِ جان کی طرح فکرِ روزگار سے بھی تمھیں پریشان نہ ہونا چاہیے۔ آخر یہ بے شمار چرند و پرند اور آبی حیوانات جو ہوا اور خشکی اور پانی میں پھر رہے ہیں، ان میں سے کون اپنا رزق اُٹھائے پھرتا ہے؟ اللہ ہی تو ان سب کو پال رہا ہے۔ جہاں جاتے ہیں اللہ کے فضل سے ان کو کسی نہ کسی طرح رزق مل ہی جاتا ہے۔ لہٰذا اہلِ ایمان یہ سوچ سوچ کر ہمت نہ ہاریں کہ اگر ایمان کی خاطر گھر بار چھوڑ کر نکل گئے تو کھائیں گے کہاں سے۔ اللہ جہاں سے اپنی بے شمار مخلوق کو رزق دے رہا ہے انھیں بھی دے گا۔

دعوتِ حق کی راہ میں ایک مرحلہ ایسا آجاتا ہے جس میں ایک حق پرست آدمی کے لیے اِس کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ عالمِ اسباب کے تمام سہاروں سے قطع نظر کر کے محض اللہ کے بھروسے پر جان جوکھوں کی بازی لگا دے۔ اِن حالات میں وہ لوگ کچھ نہیں کر سکتے جو حساب لگا لگا کر مستقبل کے امکانات کا جائزہ لیتے ہیں، اور قدم اُٹھانے سے پہلے جان کے تحفظ اور رزق کے حصول کی ضمانتیں تلاش کرتے ہیں۔ درحقیقت اِس طرح کے حالات بدلتے ہی اُن لوگوں کی طاقت سے ہیں جو سر ہتھیلی پر رکھ کر اُٹھ کھڑے ہوں اور ہر خطرے کو انگیز کرنے کے لیے بے دھڑک تیار ہو جائیں۔ انھی کی قربانیاں آخر کار وہ وقت لاتی ہیں جب اللہ کا کلمہ بلند ہوتا ہے اور اُس کے مقابلے میں سارے کلمے پست ہو کر رہ جاتے ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا گیا:

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا (اے نبیؐ) کہو کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو،

رَبَّكُمْ ۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۔ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۔ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔

اپنے رب سے ڈرو ۔ جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک رویہ اختیار کیا ہے ان کے لیے بھلائی ہے ۔ اور خدا کی زمین وسیع ہے ۔ صبر کرنے والوں کو تو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔

(الزُّمَر ۔ آیت ۱۰)

یہاں بھی اہلِ ایمان کو ہدایت فرمائی گئی کہ اگر اللہ کی بندگی کے لیے ایک جگہ تنگ ہوگئی ہو تو اس کی زمین وسیع ہے ، اپنا دین بچانے کے لیے کسی اور طرف نکل کھڑے ہو۔ اس کے ساتھ ان کو یہ خوشخبری بھی دی گئی کہ ان کے لیے دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی ہے ۔ ان کی دنیا بھی سدھرے گی اور آخرت بھی ، کیونکہ انہوں نے دین کو دُنیا اور اس کے عیش و آرام و آسائش پر ترجیح دی ہے ، محض دین کی خاطر گھر سے بے گھر ، در سے بے در ، وطن سے بے وطن ہو کر دوسرے شہر یا علاقہ میں ہجرت کی ہے ، ایک شہر یا علاقہ یا ملک جب اللہ کی بندگی کرنے کے لیے تنگ ہو گیا تو دوسری جگہ چلے گئے ۔ لہذا ایسے لوگوں کے لیے بے حساب اجر ہے جو خدا پرستی اور نیکی کے راستے پر چلنے میں ہر طرح کے مصائب و شدائد برداشت کر لیں اور راہِ حق سے نہ ہٹیں ۔ یہ بے حساب اجر کا وعدہ صرف ہجرت کرنے والوں ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو ظلم کی سرزمین میں جم کر ہر آفت کا سامنا کرتے چلے جائیں۔

ہجرت کے موقع پر ہدایات قرآن مجید میں مکّہ کے مظلوم مسلمانوں کو صرف ہجرت کی تلقین ہی نہیں کی گئی ، بلکہ دو قسم کی ہدایات بھی دی گئیں ۔

چونکہ مسلمان ہجرت کر کے ایک عیسائی ملک کی طرف جا رہے تھے اس لیے اِس موقع پر سورۂ مریم نازل کی گئی جس کے ابتدائی دُو رکوعوں میں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگرچہ مسلمان ایک مظلوم پناہ گزین گروہ کی حیثیت سے جا رہے تھے ، مگر اس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو دین کے معاملہ میں ذرہ برابر مداہنت کرنے کی تعلیم نہ دی بلکہ چلتے وقت زادِ راہ کے طور پر یہ سورت ان کے ساتھ کی تاکہ عیسائیوں کے ملک میں عیسیٰ علیہ السلام کی بالکل صحیح حیثیت پیش کریں اور ان کے ابن اللہ ہونے کا صاف صاف انکار کر دیں ، خواہ اس کا نتیجہ کچھ ہی ہو۔

دوسری ہدایت یہ کی گئی کہ :

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا	اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر عمدہ طریقہ سے،
بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ	سوائے اُن لوگوں کے جو ظالم ہیں - اور ان سے کہو
ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا	کہ ہم ایمان لائے ہیں اُس چیز پر بھی جو ہماری طرف بھیجی
بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ	گئی ہے اور اس چیز پر بھی جو تمہاری طرف بھیجی گئی
اِلٰـهُنَا وَاِلٰـهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ	تھی - ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم
لَهٗ مُسْلِمُوْنَ - (العنکبوت: ۴۶)	اسی کے مُسلم (فرمان بردار) ہیں -

یعنی اہل کتاب (عیسائیوں) سے جب سابقہ پیش آئے تو ان میں سے جو ظالم ہیں ان سے تو اُلجھنے کی ضرورت نہیں، مگر جو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے تیار ہوں ان سے نہایت معقول دلائل کے ساتھ، مہذب و شائستہ زبان میں اور افہام و تفہیم کے انداز میں بحث کرو۔ ان کو بتاؤ کہ ہم کوئی متعصب گروہ نہیں ہیں جو اپنے ہاں آئی ہوئی کتاب کو مانتے ہوں اور تمہارے ہاں آئی ہوئی کتابوں کو نہ مانتے ہوں۔ ہم تو حق کے پرستار ہیں۔ خدا کی طرف سے جو کچھ ہمارے ہاں آیا ہے اُسے بھی برحق مانتے ہیں اور جو کچھ تمہارے ہاں آیا ہے اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ ہمارا خدا اور تمہارا خدا جدا جدا نہیں ہے بلکہ ایک ہی خدا ہے جس کے ہم بھی ماننے والے ہیں اور تم بھی۔ ہم نے اُسی ایک خدا کی بندگی و اطاعت کا طریقہ اختیار کیا ہے۔

ہجرت حبشۂ اُولیٰ حالات جب ناقابل برداشت حد تک پہنچ گئے تو رجب ۴۵ عام الفیل (۵ بعدِ بعثت) میں حضورؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ لو خرجتم الی ارض الحبشۃ فان بھا ملکًا لا یُظلم عندہ احد وھی ارض صدق حتّٰی یجعل اللّٰہ لکم فرجًا مما انتم فیہ۔ "اچھا ہو کہ تم لوگ نکل کر حبش چلے جاؤ۔ وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا اور وہ بھلائی کی سرزمین ہے۔ جب تک اللہ تمہاری اس مصیبت کو رفع کرنے کی کوئی صورت پیدا نہ کرے تم لوگ وہاں ٹھیرے رہو۔" اس ارشاد کے مطابق حبش کی طرف پہلی ہجرت ہوئی جس میں گیارہ مرد اور چار خواتین نے حبش کی راہ لی۔ قریش کے لوگوں نے ساحل تک ان کا پیچھا کیا مگر خوش قسمتی سے شُعَیبَہ کے بندرگاہ پر ان کو بروقت حبش کے لیے کشتی مل گئی اور وہ گرفتار ہونے سے بچ گئے۔

پہلی ہجرت کے مہاجرین ابن ہشام نے ابن اسحاق کے حوالہ سے اس پہلی ہجرت کے مہاجرین کی جو فہرست دی ہے وہ یہ ہے:-

۱- بنی امیہ میں سے حضرت عثمانؓ بن عفان۔

۲- ان کی بیوی حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ابن عبدالبرؒ کا بیان ہے کہ ان کے ساتھ ام ایمنؓ بھی گئی تھیں)۔

۳- بنی عبدِ شمس بن عبد مناف میں سے حضرت ابو حذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ۔

۴- ان کی بیوی سہلہؓ بنت سہیل بن عمرو (جو بنی عامر بن لوی میں سے تھیں)۔

۵- بنی اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی میں سے حضرت زبیرؓ بن العوام۔ (حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے اور حضورؐ کے پھوپھی زاد بھائی)

۶- بنی عبدالدار بن قصی میں سے حضرت مصعبؓ بن عمیر۔

۷- بنی زہرہ بن کلاب میں سے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔

۸- بنی مخزوم میں سے حضرت ابو سلمہؓ بن عبدالاسد۔

۹- ان کی بیوی ام سلمہؓ (یہ بھی بنی مخزوم میں سے تھیں اور ابو جہل کی سگی چچا زاد بہن تھیں)۔

۱۰- بنی جمح میں سے حضرت عثمانؓ بن مظعون۔ (ام المومنین حضرت حفصہؓ کے ماموں)۔

۱۱- حلفائے بنی عدی میں سے عامرؓ بن ربیعۃ العنزی (حلیفِ آلِ خطاب)۔

۱۲- ان کی بیوی لیلیٰؓ بنت ابی حثمہ۔ (یہ خود بنی عدی میں سے تھیں)۔

۱۳- بنی عامر بن لوی میں سے ابو سبرہؓ بن ابی رہم۔

۱۴- بنی الحارث بن فہر میں سے سہیلؓ بن بیضاء۔

ابن سعد نے واقدی کے حوالہ سے ان پر دو اور ناموں کا اضافہ کیا ہے۔ حاطبؓ بن عمرو بن عبدشمس اور عبداللہؓ بن مسعود حلیفِ بنی زہرہ۔ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ بعد میں حضرت جعفرؓ بن ابی طالب بھی ان سے جا ملے تھے۔ مگر موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں بیان کیا ہے کہ وہ پہلی ہجرت میں نہیں بلکہ دوسری ہجرت میں گئے تھے۔ اور ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود پہلی ہجرت کے مہاجرین میں سے نہیں بلکہ دوسری ہجرت کے مہاجرین میں سے تھے۔ نیز زرقانی نے بعض سیرت نگاروں کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ابو سبرہؓ کے ساتھ ان کی بیوی ام کلثومؓ بھی گئی تھیں جو سہیل بن عمرو کی دوسری بیٹی تھیں۔ بیہقی نے حضرت انسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ ان میں سب سے پہلے نکلنے والے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے، اور ان کے متعلق حضورؐ نے فرمایا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد عثمانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کی ہے۔ (باقی)